Cosmos Multidisciplinary Research E-Journal
Online Available at www.cmrj.in
Recognized International Peer Reviewed Journal
Impact Factor 5.69
ISSN No. 2456-1665

بشر نواز کی غزل گوئی میں پیکر تراشی

Sculpture in the Ghazal of Bashar Nawaz

Dr. Qureshi Ateeque Ahmed Abdul Quddus — ڈاکٹر قریشی عتیق احمد عبدالقدوس
Head, Department of Urdu — صدر شعبہ اُردو
Arts, Sci. & Comm. College, Badnapur — آرٹس، سائنس و کامرس کالج، بدناپور ضلع جالنہ (مہاراشٹر)
e-mail: ateeqahmedhnl@gmail.com

اورنگ آباد دکن میں شاعری کی ابتداء سے انتہا کا سلسلہ ولیؔ سے لے کر بشرؔ تک پھیلا ہوا ہے۔ اہلِ تصوف کے نزدیک جو مقام ولیوں کو حاصل ہوتا ہے وہی مقام اُردو شاعری میں ولیؔ اورنگ آبادی کو حاصل ہے اور جو مقام بشر کا ہوتا ہے وہی مقام اُردو شاعری میں بشرؔ نواز کو حاصل ہے۔ میری ذاتی رائے ہے کی ولیؔ اورنگ آبادی کے ذریعے دکن میں اُردو شاعری کو جو عروج حاصل ہوا اُسے سراجؔ اورنگ آبادی اور بعد میں سکندر علی وجدؔ نے استحکام بخشا قمرؔ اقبال تک آتے آتے اُردو شاعری زوال پذیر ہونے لگی اور بشر نواز کی موت سے اُردو شاعری کے عروج کا یہ سلسلہ ختم ہو گیا۔

بشرؔ نواز کا اصلی نام بشارت علی خان ولد امیر نواز خان تھا۔ وہ ۱۸/اگست ۱۹۳۵ء کو بمقام اورنگ آباد دکن پیدا ہوئے۔ ۹ جولائی ۲۰۱۵ ماہِ رمضان المبارک میں اُن کا انتقال ہو گیا اور اُنہیں سراجؔ اورنگ آبادی کے مزار سے قریب سپردِ لحد کیا گیا۔ بشرؔ نواز نے اپنی ابتدائی تعلیم گھر پر ہی حاصل کی لیکن اُن کی حقیقی تربیت اورنگ آباد کی ادبی فضانے کی جہاں انہوں نے پرورش پائی۔ قدرت نے انہیں مطالعہ کا بے پناہ شوق ودیعت کیا تھا جس نے اُن کے ذہن کو جلا بخشی اس لئے اعلیٰ تعلیم حاصل کرنا اُنہوں نے ضروری نہیں سمجھا۔ مطالعہ کے علاوہ یعقوب عثمانیؔ اور ولی محمد خان کی تربیت؛ قاضی سلیمؔ، سکندر علی وجدؔ، جوگندر پال کی صحبت اور اورنگ آباد کی ادبی روایت سے اُنہوں نے کافی فیض حاصل کیا۔ جہاں تک بشر نوازؔ کی شخصیت کا تعلق ہے وہ ایک یار باش انسان تھے اور ہمیشہ دوستوں کی محفل میں اپنی بذلہ سنجی کی بدولت چھائے رہتے۔ اُن کے اندر اعلیٰ درجے کی حسِ ظرافت موجود جس کی وجہ سے ادبی محفلوں کی جان بن گئے تھے۔ اپنی ادبی زندگی کی ابتداء میں مشاعروں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے اور عمر میں اضافے کے ساتھ سیمناروں میں شریک ہونا اور باالخصوص ادبی محفلوں کی صدارت کرنا اُن کا مخصوص مشغلہ تھا۔ اپنی آخری عمر تک اُنہوں نے سیمناروں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور ادب کے طلباء کی رہنمائی کی اور بالخصوص اُنہوں نے ہمیشہ سے میری حوصلہ افزائی کی۔ کسی شاعر کا یہ شعر اُن پر صادق آتا ہے کہ

میں بعدِ مرگ بھی بزمِ وفا میں زندہ ہوں
تلاش کر میری محفل میرا مزار نہ پوچھ

آج بشرؔ نواز جدید اُردو شاعروں میں اپنی ایک الگ پہچان اور شناخت رکھتے ہیں۔ اُنہیں جدید کلاسیکل شاعر اور اُردو ادب کے ایک مشہور و معروف نقاد کی حیثیت سے بھی جانا جاتا ہے۔ بلاشبہ بشرؔ نواز اپنے اورنگ آبادی ہم عصروں میں تنقیدی بصیرت اور شاعرانہ استعداد کے لحاظ سے کئی معنیٰ میں افضل تھے جس بات کا اعتراف کرنا ہمارے لئے ضروری ہے۔ بشر نواز کی شخصیت اور فن پر ایک دو تحقیقی مقالے اور سیمنار بھی منعقد کئے جا چکے ہیں لیکن ابھی تک ایسی کوئی تنقیدی تصنیف اور مقالہ تحریر نہیں کیا جا سکا جو اُن کے فن و شخصیت کی بھرپور نمائندگی کر سکے۔ یہ بات اہلیانِ اورنگ آباد دکن کے لئے یقیناً قابلِ تشویش ہونی چاہیے۔ غالباً اس بات کا بشر نواز کو بخوبی اندازہ تھا جس کا اظہار برسوں پہلے اُنہوں نے اپنے اس شعر کے ذریعے کر دیا تھا۔

ہم زود فراموشی کے لئے بدنام بہت ہیں پھر بھی بشرؔ
جب جب چلی مدماتی پون اڑتا ہوا آنچل یاد آیا

بیسویں صدی کے نصف سے اُن کی شاعری کی شروعات ہوئی اور اکیسویں صدی کی پہلی دہائی تک اُنھوں اپنی شاعری کے ذریعے اردو زبان وادب کی آبیاری کی لیکن یہ بات ادب کے طالبِ علم کے لئے ہنوز ایک معمہ ہے کہ اُردو غزل کی روایت سے بشر نواز کا رشتہ کیا ہے، کلاسیکیت اور جدیدیت کی روایت سے بشر نواز نے بیک وقت کس طرح سے نباہ کی۔ بشر نواز کی قائم کردہ اپنی شعری روایت کیا ہے؟ اور نگ آباد دکن اور اطراف واکناف کے شعراء نے اُن کی قائم کردہ شعری روایت سے کس طرح کا کسبِ فیض حاصل کیا ہے اور اُن کے شعری امتیازات کیا ہیں؟ بشر نواز پر لکھے گئے اس مختصر اور ناکافی مضمون میں اِن تمام سوالوں کے جواب دینا ممکن نہیں ہے۔ اس مضمون میں بشر نواز کی شاعری کی تمام خوبیوں کو پیش کرنے کے بجائے اُن کی شاعری میں موجود پیکر تراشی کے ایک اہم وصف کو چند اشعار کے حوالے سے اُجاگر کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

پیکر تراشی شاعری کا سب سے اہم وصف ہے۔ لفظ کے ذریعے تصویریں بنانا پیکر تراشی یا امیج سازی کہلاتا ہے۔ اُردو کے کئی نقادوں نے اور بالخصوص نئی امریکی تنقید میں پیکر تراشی کو شاعری کا اعلیٰ ترین منصب تسلیم کیا گیا ہے۔ پیکر کی تعریف بیان کرتے ہوئے اُردو کے موجودہ ناقد شمس الرحمن فاروقی رقمطراز ہیں کہ:

> "ہر وہ لفظ جو حواسِ خمسہ میں سے کسی ایک یا ایک سے زیادہ کو متوجہ کرے، پیکر ہے۔ یعنی حواس کے اس تجربے کی وساطت سے ہمارے متخیلہ کو متحرک کرنے والے الفاظ پیکر کہلاتے ہیں۔"

(مشمولہ: اُردو غزل میں پیکر تراشی: شہپر رسول: ص ۲۷)

شاعری میں پیکر تراشی کے ذریعے مجرّد تصورات کو ٹھوس شکل دی جاتی ہے۔ ایک اچھا شاعر پیکر تراشی کے ذریعے ایسی فضاء کی تخلیق کرتا ہے کی قاری اور سامع مناظر کو دیکھنے، آوازوں کو سننے اور بعض کیفیات کے لمس اور ذائقہ کو محسوس کرنے لگتا ہے۔ جب جب بھی میں نے بشر نواز کے شعری مجموعے 'رائیگاں' اور 'اجنبی سمندر' کا مطالعہ کیا ہے مجھے محسوس ہوا ہے کہ اُن کی غزلوں میں پیکر تراشی کا وہ طاقت ور عنصر موجود ہے جو شاعر کے مافی الضمیر کو قاری یا سامع کے ذہن پر منکشف کر دیتا ہے اور تصور اور خیالات کی چلتی پھرتی تصویریں آنکھوں کے سامنے آجاتی ہیں۔ شاعری کا یہ اعلیٰ ترین وصف بشر نواز کی تقریباً ہر غزل میں بدرجہ اتم موجود ہے، چند اشعار ملاحظہ فرمائیں:

پیاسی زمیں ترستی رہی بوند بوند کو
گھنگھور بادلوں کو اُڑا لے گئی ہوا

چپ چاپ سُلگتا ہے دِیا تم بھی تو دیکھو
کس درد کو کہتے ہیں وفا تم بھی تو دیکھو

جب چھائی گھٹا، لہرائی دھنک ایک حسن مکمل یاد آیا
اُن ہاتھوں کا کاجل یاد آیا اُن ہاتھوں کی مہندی یاد آئی

پیاسی زمیں، سُلگتا دیا، لہراتی ہوئی دھنک، ہاتھوں کی مہندی اور آنکھوں کا کاجل صرف الفاظ نہیں ہیں بلکہ ہر لفظ کے ذریعے سامع کے ذہن میں ایک تصویر بننے لگتی ہے اور وہ اُن چیزوں کے اپنے آنکھوں کے سامنے محسوس کرنے لگتا ہے۔ ان اشعار میں شاعر موصوف نے صرف پیکر نہیں تراشے ہیں بلکہ زبان، تشبیہ، استعارے اور اعلامات کو فنکارانہ طور پر اپنے برتا ہے۔ اور یہی بشر نواز کی وہ منفرد خوبی ہے جو اُنہیں اپنے ہم عصروں سے ممتاز بنا دیتی ہے۔ شاعر کے ذہن سازی کی یہ صلاحیت اُس کی ذہانت کا نتیجہ ہوتی ہے اور قاری یا سامع کو اس قدر متاثر کرتی ہے کہ قاری اُن اشعار کو بار بار دوہرانے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ اسی طرز کے مزید چند اشعار جو ایک ہی غزل سے ماخوذ ہیں ملاحظہ فرمائیں:

صرف آواز سے پہچان لیں، ہم تو اُن کو
یہ کھنک اور کہاں لہجہ ء قاتل کے سوا

ایسے پہلو میں سما جاؤ کہ جیسے دل ہو

چین ملتا ہے کہاں موج کو ساحل کے سوا
چیخ ٹکرا کے پہاڑوں سے پلٹ آئی ہے
کون سہتا ہے بھلا وار مقابل کے سوا

بشر نوازؔ کی عام طور پر جتنی بھی مقبول غزلیں ہیں اُن میں پیکر تراشی کا یہ اعلیٰ وصف کسی نہ کسی اشعار میں موجود ہے۔ دراصل شاعر موصوف نے اپنی مخصوص پیکر تراشی کے ذریعے اپنی ذات کے آئینے میں کائنات کے ہزاروں رنگ دیکھنے کی کوشش کی ہے۔ بشر نواز بیک وقت اپنے باطن میں بھی جھانکتے ہیں اور گرد وپیش پر بھی نظر رکھتے ہیں اور اس کا اظہار مختلف شعری پیکروں کے ذریعے کرنے پر بھی قادر ہیں۔ اس بات کی صداقت کی جانچ کرنے کے لئے چند اشعار ملاحظہ کریں:

یہی چہرہ، یہی آنکھیں، یہی رنگت نکلے!
جب کوئی خواب تراشوں، تری مورت نکلے
اُس سے وابستہ اِک اِک چیز کو چھو کر دیکھیں
دل بہل جانے کی شائد کوئی صورت نکلے
نہ پوچھ ریت کو دریا سمجھ لیا کیسے
بلا کی دھوپ بھی تھی پیاس بھی غضب کی تھی

ایسے ہی کچھ اور اشعار ذیل میں درج کئے جا رہے ہیں تا کہ قارئین وناقدین ادب بشر نوازؔ کی غزلوں میں موجود پیکر تراشی کے اعلیٰ وصف کو جان لیں۔

تیز ہو دھوپ تو کچھ اور نکھر آئیں گے
ہم کوئی پھول نہیں کہ مرجھائیں گے
بکھرتے ٹوٹتے آنکھوں میں خواب کیسے ہیں
یہ لمحہ لمحہ اترتے عذاب کیسے ہیں
وہی ہے رنگ مگر بو ہے کچھ لہو جیسی
یہ اب کی فصل میں کھلتے گلاب کیسے ہیں

درج بالا اشعار میں بشر نوازؔ نے جن پیکروں کی تخلیق کی ہے اُن بصری، سمعی اور لمسی پیکروں کی جھلک دکھائی دیتی ہے۔ دراصل بشر نوازؔ کی غزلوں میں بصری پیکروں کی فراوانی ہے بشر نواز کا یہ ایک ایسا امتیاز ہے جس میں اُن کے ہمعصر اور نگ آبادی شعراء میں سے شاید ایک دو ہی اُن کے مدّمقابل ٹھہر سکتے ہیں۔ بشر نوازؔ کے اِن اشعار میں جن الفاظ کا استعمال کیا گیا ہے وہ لفظوں کی سطح سے بلند ہو کر نہ صرف استعاروں کی حیثیت اختیار کر لیتے ہیں بلکہ بعض ٹھوس پیکروں کی تخلیق بھی کرتے ہیں۔ بشر نوازؔ کی غزل میں لفظوں کے اس نئے برتاو اور لہجے کی رنگا نگی کے سبب جس نئے ذائقے کا اضافہ ہوا ہے اُس نے روایتی غزل کے مقابلے میں جدید غزل کو لسانی اور اسلوبیاتی سطح پر نئے امکانات سے روشناس کروایا ہے۔ اِن اشعار میں جس نوع کے شعری پیکر تراشے گئے ہیں ان کا تعلق پڑھنے یا سننے والے کی قوتِ بصارت کو مہمیز کرنے سے ہے۔ ہر پیکر متحرک ہے جو ہماری بصارت اور سماعت کو ایسے جہان کی سیر کراتا ہے کہ شاعر کے ساتھ ساتھ اُس کا قاری بھی شعری تجربے میں شامل ہو جاتا ہے۔

☆ ☆ ☆